OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

احیائے اسلام: علامہ اقبال کے کردار کا ایک مطالعہ

Islamic Renaissance: A Study of the Role of *Allama Muhammad Iqbal*

Dr. Tayyaba Nighat

Assistant Professor (Urdu) Govt college Women University Faisalabad

Dr. Uzma Bashir

Assistant Professor Urdu (visiting) Govt college women University Faisalabad

Dr. Shazia Andleeb

Assistant Professor (Urdu), Khawaja Fareed University of Engineering & Information Technology, Rahim Yar Khan

Abstract

The reconstruction of the Islamic thoughts and ideology has been propagated by various revivalists and theologians who were apt in Islamic etymology. Allama Dr. Muhammad Iqbal is one of them who with his overwhelmingly innovative style of poetry reconstructed the Islamic thoughts for the cause of the Islamic revivalism. The concept of Islamic reconstruction is associated with Ijtehad and it is the fundamental inclination of Iqbal's poetry and his entire poetry is embed in the charismatic influence of Islamic revivalism. In this aspiration of Islamic Revivalism Iqbal highlights the vivid and hidden penetrating traits of Islamic Thought. The unity of Islamic Ummah was not only the poetic desire of Iqbal but it also ran as implied tide in his poetic philosophy too. The comprehensive ness of Islam as complete code of life and it's poetic presentation is another hall mark of Iqbal,s poetry. In pressing upon Islamic codes and culture Iqbal masterly brings forth their uniqueness to revive and

CC BY

adopt them. This article is a key attempt towards exploration of the aforesaid implications.

Key Words: Iqbal, Reconstruction, Islamic thoughts, innovation, Struggle, implications

تمہید

خداوند تعالیٰ نے انسان کی کامل ہدایت کے لیے جو سلسلہ رسالت و نبوت حضرت آدمؑ سے شروع کیا تھا، وہ سرورِ انبیاء حضرتِ محمدِ مصطفیٰؐ پر ختم کیا اور اِس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن وحدیث اور محمدِ مصطفیٰؐ کی سیرت کو انسانیت کی ہدایت کے لیے مشعلِ راہ بنا دیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی امتِ مسلمہ اندھیروں میں ڈگمگائی تو امتِ مسلمہ ہی میں سے اللہ تعالیٰ نے ایسے علمائے کرام و اولیا اللہ کو پیدا کر دیا جنھوں نے اسلامی تعلیمات کو دوبارہ سے زندہ کیا اور لوگوں کو اسلامی تعلیمات پر دعوتِ عمل دے کر امتِ مسلمہ کو یکجا کیا۔ سلاطینِ بنی امیہ کے دور میں یہ فریضہ حضور پاکؐ کی آلؑ یعنی بارہ اماموں نے سر انجام دیا اور بعد ازاں مجد دینِ اسلام نے اس فرض کو نبھایا۔ مولانا رومؒ سے لے کر ہند میں امام شیخ احمد سرہندیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی تک کے بڑے بڑے علماء و صوفیا نے اپنی زندگیوں کو احیائے اسلام کے لیے وقف کر دیا اور امتِ مسلمہ کی مذہبی اصلاح اور تعمیر کے لیے نمایاں کردار پیش کیے۔ اِس حد تک کہ صدیوں تک ان کے قوی اثرات باقی رہے اور آج بھی ان کی تعلیمات محرک اور عمل انگیزے کا کام کرتی ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ احیائے اسلام کی تحریکیں وقتاً فوقتاً اٹھتی رہی ہیں جو مسلمانوں میں از سرِ نو اسلامی روایات تشکیل دینے کا سبب بنی ہیں اور امتِ مسلمہ کو انھی تحاریک کے سبب ایک نئی زندگی، غلبہ اور تہذیبی و تمدنی عروج نصیب ہوتا آیا ہے۔ تحریک کی بنیاد مضبوط نظریات اور معتقدات پر ہوتی ہے۔ تحریک عالم گیر اثرات کی حامل ہوتی ہے اور اس کے عواقب واثرات سے ایک زمانہ متاثر ہوتا ہے۔ یہ سماج کی فکری تشکیلات میں نہ صرف بنیادی محرک کا کردار ادا کرتی ہے بلکہ اس سے معاشرے کا نیا فکری محضر نامہ مرتب ہوتا ہے۔ تحریک کا ارتقا یک لخت اور غیر متوقع نہیں ہوتا بلکہ اس کے اسباب و علل سالہا سال سے موجود ہوتے ہیں۔ ان اسباب و علل کو جب کسی واضح سمت کا تعین مل جاتا ہے تو وہ کسی نظریے کی تشکیل کرتے ہیں اور نظریہ عقیدے کی تشکیل کرتا ہے اور عقیدہ انسانی سماج کے مجموعی افکار کو مروجہ سانچوں میں ڈھال کر اسے تحریک کی صورت مہیا کرتا ہے اور پھر تحریک معاشرے میں بدلاؤ لاتی ہے۔ مذہب سے جڑی ہر تحریک کو مضبوط بنیادیں قائم کرنے کے لیے صدیاں درکار ہوتی ہیں کیونکہ مذہبی بدلاؤ انسانی فکر کا سب سے مشکل بدلاؤ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخِ انسانی میں مذہبی انقلابات کی تعداد گنی چنی ہے۔

اقبال اور احیائے اسلام

اقبال کے افکار کی نوعیت اور اس کا فکری نظام احیائے اسلام کے ساتھ واضح طور پر مربوط انسلاکات رکھتا ہے۔ اقبال اور احیائے اسلام کی تحاریک کا فکری منطقہ ایک جیسا ہے اور دونوں میں فکری و عملی، نظری و قولی اور حرکت و عمل کی سطح پر حد درجہ تطابق ملتا ہے۔ علمائے کرام نے احیائے اسلام کی جو تحریکات شروع کیں، ان پر بھی اقبال کے نظامِ فلسفہ و شریعت اور احیائے اسلام کے غالب اثرات تھے۔ علمائے اسلام نے برطانوی عہد میں خفیہ طور پر احیائے اسلام کا جو مشن جاری رکھا، اس سے بہت کم اثرات معاشرے پر مرتب ہوئے یہاں تک بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں چند ایسی سیاسی تحریکیں اٹھیں جن پر اقبال

کے افکار اور ان کے نظریہ "جدید تشکیل اسلام" کے واضح اثرات تھے۔ یہ تحریکات مقامی اور عالمی سطح کی تھیں۔ ان میں ایسرف ادیب کی سبیل الرسد تحریک، مصری منار تحریک، ترک علماء اور مدارس کی خفیہ تحاریک، فدایانِ اسلام، اخوان المسلمین جیسی دینی، سیاسی اور سماجی اصلاح کی تحریکیں تھیں جو بہت سامنے کی ہیں۔ اسی طرح اگر اقبال کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اقبال اور احیائے اسلام کے درمیان ایک گہرا فکری ربط و ارتباط موجود ہے۔ اقبال نے اپنے کلام اور خطبات کے ذریعے سے امتِ مسلمہ کے فکری اور عملی احیاء کے لیے قابلِ تعریف کوششیں کی ہیں:

صنم کدہ ہے جہاں، اور مرد حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لاالہ میں ہے
وہی جہاں ہے تیرا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ وخشت نہیں جو تیری نگاہ میں ہے۔ [1]

احیائے اسلام کے لیے اقبال کی عملی کوششیں

بیسویں صدی میں احیائے اسلام کی اسی عظیم الشان روایت کی ایک کڑی علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ ہیں۔ ان کی علومِ اسلام پر مضبوط علمی گرفت اور فکر و خیالات کی انقلابی تشکیلات سے نہ صرف ہند میں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں امتِ مسلمہ کی فکری تنظیمِ نو ہوئی۔ ہندوستان میں غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی امتِ مسلمہ کو قدیم دقیانوسی خیالات سے نکال کر علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری اور نثر و خطابت سے ان میں حریتِ فکر اور عملِ مسلسل کی روح بیدار کی جس کے اثرات یوں مرتب ہوئے کہ برصغیر کے سوئے ہوئے مسلمانوں نے انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کی غلامی کا طوق توڑا۔ علامہ اقبالؒ بیسویں صدی کی ایسی واحد شخصیت ہیں جنھوں نے ایک نئے ولولے اور جوش سے اور علمی اجتہاد سے امتِ مسلمہ میں انقلابِ نو کی روح پھونکی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال مذہب و معاشرت اور علم و حکمت کے تمام شعبوں میں ایسے انقلاب کا آرزومند ہے جو پوری دنیا میں احیائے اسلام کا سبب بنے۔ علامہ اقبال کے اسی علمی پس منظر پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم نے "فکرِ اقبال" اپنی رائے یوں دی ہے: اقبال کی ساری شاعری، افکار اور احساسات ایک سائے کی مانند ہیں۔ اقبال کی تمام شاعری اور اس کے افکار اور جذبات پر جو چیز طاری معلوم ہوتی ہے، وہ مشرق و مغرب کی خواہش سے تھک چکے تھے ایسا لگ رہا تھا کہ دونوں کا زاویہ نگاہ اور نظریہ حیات سے غلط معلوم ہوتا ہے موجودہ زندگی پر ان کی تنقید سب مخالف ہے:

> "وہ نہ صرف ملت اسلامیہ میں بلکہ پوری دنیا اور اس کے ہر شعبے میں انقلاب کی آرزو رکھتا ہے۔ موجودہ دور میں یا پچھلی تین چار صدیوں میں جہاں کہیں بھی انقلابی تحریکیں چلی ہیں، جن کی پسندیدگی کی کا ذکر ملتا ہے۔ ملت اسلامیہ صدیوں سے مستحکم و مستحکم رہی ہے لیکن اب اس کے اندر مایوسی ہے، ضرورت اِس امر کی ہے کہ اس میں انقلاب پیدا ہو۔ انقلابات جذبے سے جنم لیتے ہیں۔، اقبال اسی جزبے کو عشق کہتا ہے۔ ٹھنڈی حکمت اور مفاد کوشی کبھی نظمِ حیات میں کوئی بنیادی تغیر پیدا نہیں کر سکی۔[2]"

علامہ اقبال نے ملتِ اسلامیہ کو انقلابِ فکر اور انقلابِ عمل کی دعوت دی اور وہ جمود اور بے عملی کے سخت ترین مخالف رہے ہیں۔ وہ جس عملی اور فکری انقلاب کی حمایت کرتے ہیں وہ اسلامی فکر کی احیاء کا ضامن ہے۔ دین اسلام کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنا اور قرآن و حدیث سے کسبِ فیض کرنے اور عمل کرنے پر زور دیتے ہیں:

کبھی میں ذوقِ تکلم میں طور پر پہنچا
چھپایا نورِ ازل زیرِ آستیں میں نے
کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو لٹکایا
کیا فلک کو سفر، چھوڑ کر زمیں میں نے
کبھی میں غارِ حرا میں چھپا رہا برسوں
دیا جہاں کو کبھی جامِ آخریں میں [3]

احیائے اسلام کے لیے اقبال کی فکری و عملی کاوشیں احیائے اسلام اصل میں فکر و عمل کے از سرِ نو زندہ کرنے اور پرانے خیالات و عقائد میں نئی روح پھونکنے کا نام ہے۔ اسی لیے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ احیائے اسلام سے مراد کوئی نیا نظریہ پیش کرنا نہیں بلکہ پہلے سے موجود نظریات و عقائد میں اجتہادِ فکر سے کام لینا ہے اور انھیں جدید دور میں بسنے والے مسلمانوں کے اذہان و قلوب میں اس طرح اتارنا کہ معاشرت میں وسیع پیمانے پر انقلابی تبدیلی واقع ہو جائے اور معاشرہ دنیا و آخرت کی تعمیر کی طرف گامزن ہو جائے۔ اس طرح احیائے اسلام کا منتہائے مقصود معاشرے کی تعمیر ہے۔ اسلام نے ہر دور میں انسان کی مدد کی جب اسے ہدایت کی ضرورت پڑی۔ اسلام میں حد درجہ لچک ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہر نئے دور جب نئے چیلنجز کا سامنا ہوتا ہے تو اجتہاد اور تدبر فی الامر کے ذریعے سے مجتہدین اور فقہائے کرام ان چیلنجز کا حل نکالتے ہیں۔

احیائے اسلام کی فکری اساس

احیائے اسلام کی سب سے بڑی فکری اساس اجتہاد ہے۔ اجتہاد کا لفظ "جہد" سے مشتق ہے جس سے مراد مسلسل محنت کرنا ہے اور جہد در اصل مجاہدے اور ریاضت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اجتہاد حقیقت میں فکری ریاضت کا نام ہے۔ اجتہاد ان تمام چیلنجز اور مشکلات کا حل دیتا ہے جو نئے زمانے اور ٹیکنالوجی وغیرہ کے بدل جانے سے مذہب کو در پیش ہوتے ہیں۔ مذہبِ اسلام انسان کو فکری ترفع جہاں دیتا ہے، وہاں مشکلات سے نکلنے کی صراطِ مستقیم بھی مہیا کرتا ہے۔ اسلام کے اسی پہلو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے امتِ مسلمہ کو تدبر فی الامر اور اجتہاد کی تحریک دی جس کا منتہائے مقصود تقلید کی روش کو توڑنا اور خوابِ غفلت و جمود سے بیدار کرنا تھا تاکہ انقلابِ نو کا شعور پیدا ہو اور امت غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر آزادی حاصل کر لے۔ حریت کی اس روح کو بیدار کرنے کے لیے علامہ اقبال کے لیے جو چیز سب سے محنت و مشقت طلب تھی، وہ امت کو تقلید، تقدیر پرستی، غلامانہ سوچ اور بے عملی و دقیانوسیت سے چھٹکارا دلانا تھا اور طرزِ کُہن سے نجات حاصل کر کے قرآن و حدیث کی حقیقی روح کو امت میں پھونکنا تھا تاکہ وہ نئی سوچ اور اجتہاد کے ذریعے سے جملہ مسائل کا حل نکال سکے۔ علامہ اقبالؒ نے اجتہاد کے ذریعے سے دین کی حکمت کے حصول پر زور دیا ہے۔ یہ اسی حکمتِ دین کی بات کرتے ہیں جو مولانا رومؒ کے ہاں ملتی ہے۔ سب سے بڑا کام جو علامہ اقبالؒ نے کیا، وہ امت کو اُس فکری جمود سے نجات دلانا تھا۔

حکمتِ دیں ---- احیائے اسلام کی بنیاد

علامہ اقبال جس حکمتِ دیں کے کھو جانے کی بات کرتے ہیں، وہ ہندوستان میں اُس فکر کی بازیافت پر در اصل زور دے رہے ہوتے ہیں جو مولانا رومؒ سے ہوتی ہوئی شیخ احمد سرہندی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے افکارِ عمیق سے تجدید پذیر ہوئی لیکن اگلی نسلوں نے ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چھوڑ دیا اور ہندوستانی تصوف کی عملی نے ان پر ایسا رنگ جمایا کہ جہاد کے لیے

ہمہ دم کمر بستہ رہنے والی قوم جہاد کے نام سے دور بھاگنے لگی۔ علامہ اقبال نے سب سے پہلے مسلمانوں میں بے حسی کے خلاف جہاد کا شعور بیدار کیا۔ حضر آشنا نوجوانانِ اسلام کو سفر آشنا کیا۔ شوق کے اُس راستے کا رہنورد قرار دیا جو کہیں ختم ہی نہیں ہوتا اور جس کا کوئی ساحل ہی نہیں:

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تُند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

کھویا نہ جا صنم کدہ کائنات میں
محفل گداز! گرمیٔ محفل نہ کر قبول

صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیلؑ نے
جو عقل کا غلام ہو، وہ دل نہ کر قبول

باطل دوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول[4]

علامہ اقبال نے شوق کے جس رہ نورد کی بات کی ہے، وہ محض رہ نوردِ راہ نہیں، رہ نوردِ منزل نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کو زندہ کرنے والا عظیم الشان انسان ہے۔ یہ اُس عظیم الشان راستے کا مسافر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ وہ منزل کو قبول ہی نہیں کرتا کیونکہ منزل ایک جگہ قیام کرنے اور ٹھہر جانے کا نام ہے جو کہ خلافِ فطرت ہے۔ فطرت کی ہر تخلیق ہمیشہ ارتقاء کی صورت میں رہتی ہے، اِسی کے سبب کہ اُس کی مسلسل افزائش ہوتی رہتی ہے اور وہ روبہ عمل ہونے کی وجہ سے روبہ زوال نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال احیائے اسلام کے جس راستے کی بات کرتے ہیں، اس راستے کا اختتام کہیں نہیں ہوتا کیونکہ یہ راستہ شوق کا ہے۔ منزل پر قیام کا مطلب تحرک و عمل کی سطح پر جمود ہے اور جمود رہ نوردِ شوق کے لیے موت ہے۔ بندۂ مومن وہ رہ نوردِ شوق ہے جس کی منزل ستاروں سے آگے ہے اور یہ کائنات سے زیادہ وسیع حوصلوں کا حامل ہے۔ یہی عملِ پیہم اُسے اجتہاد سے آشنا کرتا ہے اور اجتہاد اُسے فکر کے احیاء کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور اس کے دل میں پوری امت کا درد سما جاتا ہے۔ اگر ایسا دل نہ ہو تو ملکوتی فکر یا ذکرِ نیم شبی کسی کام کا نہیں رہتا:

یہ حکمتِ ملکوتی، یہ علمِ لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ ذکرِ نیم شبی، یہ مراقبے یہ سرور
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں[5]

علامہ اقبال نے امت کو اجتہاد اور انقلاب نو میں اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح کو بیدار کرنے کی بات کی جس سے جہانِ تازہ کی نمود ہوتی ہے اور جہانِ تازہ میں کلمہ حق کی سربلندی کا فریضہ بندۂ مومن سر انجام دیتا ہے۔ احیائے اسلام کے لیے اقبال نے جہدِ مسلسل، مصائب و آلام پر صبر، ناقابلِ شکست حوصلہ، پُرزور استقامت، بے باکی، برداشت، تحمل و بردباری اور نئی فکری

تشکیلات کو اسلامی روح سے ہم آہنگ کر کے اپنانے کا ظرف جیسے عوامل کو ضروری قرار دیا۔ اقبال نے اس نظامِ فکر کو ایک مربوط نظامِ فلسفہ میں پیش کیا۔ احیائے اسلام کی تکمیل کے لیے علامہ نے فکری و عملی جمود کی زنجیروں کو توڑنے پر زور دیا:

فریبِ نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرّہ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی؟
فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی
سفر زندگی کے لیے برگ و ساز
سفر ہے حقیقت، حضر ہے مجاز[6]

احیائے اسلام اور اقبال کی جدید تشکیلِ الٰہیاتِ اسلامیہ

احیائے اسلام کے لیے اقبال کی شاعری کے بعد ان کا سب سے بڑا کارنامہ ''جدید تشکیل الٰہیاتِ اسلامیہ'' ہے جس میں علامہ نے اسلامی تعلیمات کی از سرِ نو تشکیلات کو استمراری اور نا مختتم جدوجہد سے تعبیر کیا تاکہ جمود اور بے عملی کی جگہ تحرک و عمل لے سکے:

دمادم رواں ہے یم زندگی
ہر اک شے سے پیدا رمِ زندگی
اسی سے ہوئی ہے بدن کی نمود
کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موجِ دُود
یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم اسیر
مگر ہر کہیں بے چگوں، بے نظیر[7]

یہ قانونِ فطرت ہے کہ ہر نقشِ حیات جو وجود میں آتا ہے، وہ ابدی نہیں ہوتا بلکہ ابھر کت مٹتا ہے اور مٹ کر ابھرتا ہے ۔حیاتِ رواں یک نفس نفیرِ فطرت کی شوریدگی سے عبارت ہے کیونکہ اقبال اسے نیند کے گراں عتاب اوڑھ کر سوئے رہنے کے بجائے کائنات کی حرکی توانائی سے تعبیر کرتا ہے۔ ان کے مجلہ شبد انسان کو شبستانِ سکینیت سے اٹھا کر قبائے زیست جو چاک کر کے جہانِ تازہ کو پیدا کرنے کی تحریک دیتے ہیں۔ اقبال حرکت کے اس اصول کا قائل ہے بندہ مومن کو سرفرازی عطا کرتا ہے۔ حرکی انسلاکات کے ساتھ دینی الحاقات قائم کرنے سے انسان کو کسی مسیحا کی حاجت نہیں رہتی:

دنیا کو ہے اُس مہدیٔ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار[8]

اسی طرح علامہ کے یہ اشعار دیکھئے:

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنھیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی
خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے[9]

استقامت اور بے باکی ایسی صفات ہیں کہ ان سے احیائے اسلام کے لیے جدوجہد کرنے والا متصف ہو اور راہِ حق میں آنی والی ہر اذیت، پریشانی اور مصیبت کا فرازانہ وار مقابلہ کرے۔ انھی صفات کے ساتھ جب جذبۂ ایثار ملتا ہے تو احیائے اسلام کا منہجِ فکر و عمل مکمل ہو جاتا ہے۔ یہ تزکیۂ نفس کی وہ کیفیت ہے جہاں جان کی قربانی محض جوع الارض اور مالِ غنیمت کا حصول نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصود کتاب وسنت کے گہرے ادراک کے ساتھ اللہ کے دین کو پوری کائنات میں وسیع کرنا بن جاتا ہے۔ اقبال کے یہ اشعار اسی جوش و جذبے اور کم و کیف کے نمائندہ ہیں۔ علامہ اقبال نے پیرانِ حرم کے اندر سے احیائے اسلام کے اس جوش و جذبے کو مفقود پایا جس کی شروعات ہند میں مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے کی تھی کیونکہ احیائے اسلام اور اسلام کی نئی فکری تشکیلات کے نور سے ان سینہ خالی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کہتا ہے:

یہ پیرانِ کلیسا و حرم، اے وائے مجبوری!
صلہ ان کی کدوکاش کا ہے سینوں کی بے نوری
یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری
کبھی حیرت کبھی ہستی، کبھی آہِ سحر گاہی
حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے دوری[10]

گویا احیائے اسلام کا بنیادی فریضہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے کہ جو نیکی کے کام کی دعوت دیتے ہیں اور برائی کے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ علامہ اقبال اسلام میں جدیدیت کے مفکر اور داعی تھے اور انھوں نے جہد للبقائے امتِ مسلمہ کے لیے جو جدید فکری تشکیلات وضع کی ہیں، ان میں اسلام کی سربلندی ان کے نظامِ فکر کا مرکز و محور ہے۔

خلاصۂ بحث

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اسلام میں ہر دور میں کوئی نہ کوئی مجدد پیدا ہوا ہے جس نے اپنی فکر و عمل سے اور بصیرت کے کمالات سے امتِ مسلمہ کو درپیش نئے زمانے کے چیلنجز سے نکالا اور انھیں اسلامی تعلیمات کا وہ بھولا ہوا سبق یاد دلایا جس نے عرب کے بدوئوں کو خلاقِ آئینِ جہاں داری بنا دیا تھا۔ اقبال روحِ بوترابؑ و بوذرؓ بندۂ مومن میں پیدا کرنے کے خواہاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جمود کا شکار اسلامی فکر کو علی منہاجِ نبوت حرکت و عمل سے آشنا کرانا چاہتے تھے تا کہ امت کا زوال مجموعی طور پر کسی طرح سے رُک جائے۔ اقبال سے قبل ہندوستان میں احیائے اسلام کی اولین کوشش حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کی تھی۔ شیخ احمد سرہندی کو مجدد الف ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انھوں نے جلال الدین اکبر کے دین الٰہی کا بطلان کیا اور ہندوانہ تہذیب و ثقافت اور رسوم و رواج میں جکڑی ہوئی امتِ مسلمہ کی نئ فکری تشکیلات سے ان کی اصلاح کی۔ ان کے بعد سب سے بڑا کام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ہے جنھوں نے ”حجۃ اللہ البالغہ“ لکھی اور ”ازالۃ الاخفاء“ میں امت کے فکری گھپلوں کو ازالہ کیا۔ قرآن و حدیث کے خالص نظریات کے عملی احیاء کو فروغ دیا اور ان امور کی اصلاح پر زور دیا جو مسلمانوں میں زوال کا باعث بن رہے تھے اور ریاست پر ان کی گرفت کمزور ہو رہی تھی۔ ان دونوں شیوخ کے بعد علامہ اقبالؒ بیسویں صدی میں مجدد اسلام کے روپ میں سامنے آئے جنھوں نے اُس وقت اسلامی فکر کا احیاء کیا جس وقت برصغیر کے مسلمان انگریز کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے تھے اُن کا سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ انھوں نے فکری جمود کو توڑ کر مسلمانوں کی نئ فکری تشکیل کر دکھائی جنھوں نے آگے چل کر تاریخ کا رُخ موڑ دیا۔ علامہ اقبال نے تقلید پرستی کے منفی رجحانات کو معاشرے سے دور کیا اور اسلامی افکار کی جدید تشکیل کی جس میں نئے دور کے مقتضیات اور مسلمانوں کی حریتِ فکر کے عناصر کو سامنے رکھا۔ اقبال نے امتِ مسلمہ کی فکری بیماری کو احیائے اسلام کی جدید فکر سے دور کیا۔ اقبال کی احیائے اسلام کے لیے دو طرح کی کوششیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے سے احیائے اسلام کا کام لیا اور دوسرا یہ کہ خطبات کے ذریعے انھوں نے احیائے اسلام کا زیادہ مربوط نظامِ فکر عطا کیا۔ اقبال نے مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی روایت کو بہ اندازِ احسن آگے بڑھایا اور اس کے عملی اثرات بھی برصغیر کے مسلمانوں پر پڑے اور انھوں نے حریتِ فکر کا سبق سیکھا اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر حقیقی آزادی کا شعور حاصل کر لیا۔

References

[1] Allama Muhammad Iqbal, Bāl-e-Jibreel (Lahore: Usmān Publishers, 2009), 162.
[2] Dr.Khalifa Abdul Hakeem,Fikr-e-Iqbal (Lahore: Mushtāq book Corner, 2015), 104.
[3] Allama Muhammad Iqbal, Dr, Bang-e-darā (Lahore: Asad Near printers, 2009), 84
[4] Allama Muhammad Iqbal, Kuliyat-e-Iqbal Urdu (Lahore: Iqbal Ikādmee Pakistan, 2014), 453.
[5] Iqbal, Kuliyat-e-Iqbal Urdu, 454.
[6] Iqbal, Kuliyat-e-Iqbal Urdu, 554.
[7] Iqbal, Kuliyat-e-Iqbal Urdu, 558.
[8] Iqbal, Kuliyat-e-Iqbal Urdu, 557.
[9] Iqbal, Kuliyat-e-Iqbal Urdu, 267.
[10] Iqbal, Kuliyat-e-Iqbal Urdu, 388.